قرآن کا اندازِ خطاب
اور
اس کی اقسام (۲)

مصنف: الامام بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی

ترجمہ و تلخیص: حافظ محمد زبیر ☆

(گزشتہ سے پیوستہ)

© rasailojaraid

⑮ واحد اور جمع کو تثنیہ کے ساتھ خطاب

© rasailojaraid

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ﴾ (ق:٢٤)

''تم دونوں جہنم میں ڈالو۔''

یہاں خطاب جہنم کے داروغے ''مالک'' سے ہے۔ (جبکہ صیغہ تثنیہ کا ہے)

فراء کے نزدیک یہاں جہنم کے داروغوں اور زبانیہ (فرشتوں) سے خطاب ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ یہاں خطاب دو مؤکل فرشتوں سے ہو' جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ﴾ (ق)

''اور آئے گی ہر جان اس حال میں کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا (فرشتہ) ہوگا اور ایک گواہ (فرشتہ) ہوگا''۔

ابوعثمان مازنی کہتے ہیں کہ تثنیہ کی ضمیر اس لیے استعمال کی تاکہ تاکیدِ لفظی سے بچا جا سکے' یعنی ''اَلْقِ اَلْقِ'' کہنے سے۔ اور امام مہدوی نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بھی اسی نوع کے تحت شمار کیا ہے۔

(۲) ﴿قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا﴾ (یونس:۸۹)

☆ شعبہ تحقیق اسلامی' قرآن اکیڈمی لاہور

© rasailojaraid

"(اللہ نے) کہا تم دونوں کی دعا قبول کی گئی۔"

یہاں خطاب اکیلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے' کیونکہ وہ داعی ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں خطاب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دونوں سے ہے' کیونکہ حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ کی دعا پر آمین کہی تھی اور آمین کہنے والا بھی دعا کرنے والوں میں شامل ہوتا ہے۔

⑯ تثنیہ کو واحد کے لفظ کے ساتھ خطاب کرنا

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴾ (طٰہٰ)

"تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ؟"

یہاں مراد حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام ہیں۔

(۲) ﴿فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴾ (طٰہٰ)

"پس وہ ہرگز تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے' تو تو (اے آدم!) نامراد ہو جائے گا۔"

(۳) ﴿فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الشُّعراء)

"پس تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور (اسے) کہو کہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں۔"

اسی طرح تثنیہ کے لیے جمع کو لایا گیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۴) ﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ (التحریم:۴)

"اگر تم دونوں اللہ کے ہاں توبہ کرو تو تمہارے دل (اس طرف) مائل ہو ہی چکے ہیں۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۵) ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا﴾ (الحج:۱۹)

"یہ دو فریق ہیں' انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔"

یہاں "اِخْتَصَمَا" نہیں فرمایا۔

(۶) ﴿فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ (البقرۃ:۳۷)

"اللہ تعالیٰ نے اس (آدم) کی توبہ قبول کر لی۔"

یہاں "عَلَيْهِ" فرمایا' "عَلَيْهِمَا" نہیں کہا۔ (حالانکہ مراد حضرت آدم و حوا علیہما السلام دونوں ہیں)

⑰ واحد کے بعد جمع سے خطاب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

© rasailojaraid

(۱) ﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ﴾ (یونس: ۶۱)

"اور نہیں آپ ہوتے کسی حال میں یا (آپؐ) قرآن میں سے کچھ تلاوت کرتے اور نہیں تم کوئی عمل کرتے۔"

یہاں تیسری جگہ فعل کو جمع کر دیا گیا۔ ابن الانباری کہتے ہیں تیسری جگہ فعل کو جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ اس بات کو واضح کیا جائے کہ آپ ﷺ کے ساتھ خطاب میں اُمت بھی شامل ہے اور اُمت کو آپؐ کے ساتھ جمع کرنے کا مقصد اُمت کی تعظیم و تفخیم ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ﴾ (البقرۃ: ۷۵)

"کیا تم (مسلمان) امید رکھتے ہو کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے۔"

(۲) ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَنْ تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (یونس)

"اور ہم نے وحی کی حضرت موسیٰؑ اور اس کے بھائی ہارونؑ کی طرف کہ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر میں چند گھر مقرر کرو اور اپنے گھروں کو قبلہ رُخ بناؤ اور نماز قائم کرو اور اہل ایمان کو خوشخبری دے دیں۔"

پہلے فعل کو صیغہ تثنیہ کے ساتھ بیان کیا' پھر جمع کے صیغہ کے ساتھ اور آخر میں صیغہ واحد کے ساتھ بیان کیا۔ پہلے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو خطاب تھا' پھر خطاب ان دونوں انبیاء اور ان کی قوم کے لیے عام ہو گیا کہ مسجد بنائیں اور نماز پڑھیں' کیونکہ یہ ان پر واجب ہے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بشارت کے خطاب کے ساتھ مخصوص کیا۔

⑱ عین کو خطاب ہو اور مراد غیر ہو

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ ۗ﴾ (الاحزاب: ۱)

"اے نبیؐ! اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں۔"

یہاں بظاہر رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے' لیکن مراد مؤمنین ہیں' کیونکہ آپ ﷺ تو انتہائی درجہ کے متقی تھے اور کافرین و منافقین کی اطاعت سے پاک تھے۔ اس کی دلیل اگلی آیت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ

© rasailojarai

خَبِيْرًا ﴿۲﴾ (الاحزاب)

''اور آپؐ پیروی کریں اس کی جو کہ آپؐ کی طرف آپؐ کے رب کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے' بے شک اللہ تعالیٰ جو بھی تم کر رہے ہو اُس سے باخبر ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۲) ﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ (یونس:۹۴)

''پس اگر آپؐ کو شک ہو اس کے بارے میں جو ہم نے آپؐ کی طرف نازل کیا تو آپؐ پوچھ لیں ان لوگوں سے جو آپؐ سے پہلے کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔''

اس کی دلیل آنے والی آیت ہے:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ﴾ (یونس:۱۰۴)

''کہہ دیجیے اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں مبتلا ہو''۔

بعض علماء نے اس آیت کو اس کے حقیقی معنی ومفہوم میں لیا ہے اور اس کی تاویل کی ہے۔ ابوعمر الزاہد ''الیاقوت'' میں کہتے ہیں کہ میں نے دو اماموں ثعلب اور المبرد سے سنا ہے' وہ دونوں کہتے ہیں کہ اس آیۂ مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ اے محمدؐ کہہ دیں: اے سننے والے! اگر تجھ کو اس قرآن میں کوئی شک ہے تو یہود میں مسلمان ہونے والے افراد سے پوچھ لے' کیونکہ وہ اصحابِ کتاب ہونے کی وجہ سے اس کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں۔

(۳) ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾ (التوبة:۴۳)

''(اے نبیؐ!) اللہ آپ کو معاف رکھے' آپؐ نے کیوں انہیں رخصت دے دی؟''

اس آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ابن فورک کہتے ہیں: اللہ آپ کے لیے کشادگی کرے' ''لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ'' کا ٹکڑا منافقین کے لیے ہے اور درحقیقت یہ اُن پر عتاب ہے' اگرچہ ظاہر میں خطاب آپ ﷺ سے ہے۔

(۴) ﴿......لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾﴾ (الزمر)

''......آپؐ کے اعمال لازماً ضائع ہو جائیں گے اور آپؐ یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

(۵) ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾﴾ (البقرة)

© rasailojaraid

”اور اگر آپؐ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی اس کے بعد کہ آپؐ کے ہاں علم آ گیا تو
بے شک آپؐ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔“

ان دونوں مقامات پر بھی بظاہر خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے لیکن مراد آپؐ کا غیر ہے۔ اس سے یہ اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے کہ آپؐ کی عصمت کے ثبوت کے ساتھ ایسا خطاب کیسے جمع ہو سکتا ہے۔ اس کا ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ یہ ”خطاب علیٰ سبیل الفرض“ ہے اور محال چیز کا کسی غرض سے فرض کرنا صحیح ہے۔ تحقیق اس باب میں یہ کہتی ہے کہ اس قسم کے تمام خطابات عام ہیں اور ان میں کوئی معین شخص یا ذات مراد نہیں ہے۔

اس کے برعکس بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ خطاب عام ہو اور مراد اللہ کے رسول ﷺ ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۲) ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ کِتٰبًا فِیْهِ ذِکْرُکُمْ﴾ (الانبیاء:۱۰)

”ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے۔“

⑲ خطاب الاعتبار

© rasailojaraid

اللہ تعالیٰ کا وہ قول جو کہ حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں ہے جب انہوں نے اپنی قوم کی ہلاکت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

(۱) ﴿فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ۞﴾ (الاعراف)

”پس حضرت صالحؑ نے اپنی قوم سے منہ موڑ لیا اور کہا: اے میری قوم کے لوگو! میں نے تو تمہیں اپنے ربّ کا پیغام پہنچا دیا تھا لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔“

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے ان کی ہلاکت کے بعد خطاب کیا۔ یا تو وہ سن رہے تھے جیسے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اہل بدر سے خطاب کیا تھا اور آپؐ نے صحابہ کے پوچھنے پر جواب دیا ”وَاللّٰهِ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ“ (اللہ کی قسم تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔) یا پھر ان کے سننے کا اعتبار کرتے ہوئے یہ کلمات کہے۔

(۲) ﴿قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا﴾ (العنکبوت:۲۰)

”کہہ دیجیے تم چلو پھرو زمین میں پس دیکھو۔“

(۳) ﴿اُنْظُرُوْا اِلٰی ثَمَرِهٖ اِذَا اَثْمَرَ﴾ (الانعام:۹۹)

”تم دیکھو اس کے پھل کی طرف جب وہ پھل لے کر آئے۔“

© rasailojaraid

⑳ معین شخص کو خطاب ہو پھر اس سے عدول ہو

(۱) ﴿فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ﴾ (ھود: ١٤)

''پس اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں۔''

یہاں اللہ کے نبی ﷺ سے خطاب ہے۔ آگے چل کر کفار سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ﴾ (ھود: ١٤)

''پس جان لو کہ یہ اللہ کے علم ہی سے نازل کیا گیا ہے۔''

کیونکہ آگے چل کر فرمایا:

﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ (ھود)

''پھر کیا تم مسلمان ہوتے ہو (یا نہیں)؟''

㉑ خطابِ تلوین

یعنی کلام میں ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف منتقل ہونا۔ امام ثعلبی نے اسے ''خطابِ متلون'' کا نام دیا ہے اور اہل المعانی اسے ''التفات'' کہتے ہیں۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ﴾ (الطلاق: ۱)

''اے نبیؐ! جب تم عورتوں کو طلاق دو''۔

﴿فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰی ﴾ (طٰہٰ)

''تم دونوں کا ربّ کون ہے اے موسیٰ؟''

㉒ جمادات سے خطاب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ﴾ (فُصّلت)

''پس اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حکم دیا کہ آ جاؤ (وجود میں) چاہے خوشی سے ہو یا ناخوشی سے' تو ان دونوں نے کہا ہم خوش دلی سے آ گئے۔''

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ حقیقی خطاب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی زندگی اور ادراک عطا کیا جو کہ ان کے نطق کے متقاضی ہے یا یہ مجازی خطاب ہے کہ ان میں اس قول کے مطابق اطاعت اور خشوع و خضوع پیدا ہو گیا۔ ابن عطیہ کے نزدیک پہلا قول بہتر ہے۔

© rasailojaraid

۳۳ خطاب تہییج

یعنی کسی کو کسی بات پر ابھارنا یا شوق دلانا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (المائدۃ)

''اور اللہ ہی پر توکل کرو اگر تم مؤمن ہو۔''

یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ جو توکل نہیں کرتا اس میں ایمان نہیں' بلکہ توکل پر ابھارنا مقصود ہے۔

(۲) ﴿فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (التوبۃ)

''پس اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔''

(۳) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (البقرۃ)

''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو بھی سود میں سے باقی ہے اگر تم مؤمن ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے انہیں ایمان کی صفت سے موصوف فرمایا' پھر کہا ''اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ'' ان الفاظ سے انہیں سود چھوڑنے پر ابھارنا اور جوش دلانا مقصود ہے۔ یعنی اہل ایمان کا تو یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ایسا کریں۔

(۴) ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (الانفال)

''اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مؤمن ہو۔''

۳۴ خطاب اغضاب:

اس سے مراد غصہ دلانے والا خطاب ہے۔

(۱) ﴿اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ (المُمتحنۃ)

''اللہ تعالیٰ تو تم کو ان لوگوں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے پر ایک دوسرے کی مدد کی۔ اور جو (تم میں سے) ان سے دوستی رکھے گا تو وہی لوگ ظالم ہوں گے۔''

(۲) ﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ (الکہف)

''کیا تم نے مجھے چھوڑ کر اُس (شیطان) کو اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا لیا ہے حالانکہ وہ

© rasailojaraid.

تمہارے دشمن ہیں' ظالموں کے لیے بہت ہی برا بدل ہے۔''

(۳) ﴿وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (النساء:۸۹)

''وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کاش تم بھی اسی طرح کفر کرو جیسا انہوں نے کفر کیا اور تم سب اس (کفر) میں برابر ہو جاؤ۔ پس تم ان کو اُس وقت تک دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کے راستے میں ہجرت نہ کریں۔''

۲۵ خطاب تشجیع اور تحریض

یعنی کسی کو صفاتِ جمیلہ کے ساتھ متصف ہونے پر ابھارنا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝﴾ (الصّف)

''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں صفیں باندھ کر قتال کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔''

(۲) ﴿وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ﴾ (الانفال:۱۶)

''اور جو اُن میں سے اس دن اپنی پیٹھ پھیر کر بھاگے گا۔''

اور اُس قوم کو کیسے صبر نہ آئے گا جس سے اللہ عزوجل نے مدد کا وعدہ کیا ہو! جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۳) ﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝﴾ (آل عمران)

''اور نہیں ہے مدد مگر اس اللہ کی طرف سے جو غالب' حکمت والا ہے۔''

(۴) ﴿فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ﴾ (النساء:۱۰۴)

''بے شک وہ بھی تکلیف اٹھاتے ہیں جیسے کہ تم تکلیف اٹھاتے ہو اور تم اللہ سے اس بات کی توقع و امید رکھتے ہو جس کی وہ نہیں رکھتے۔''

ترغیب و ترہیب کے باب میں آنے والے قصص اسی نوع سے تعلق رکھتے ہیں جن میں بدبخت اقوام پر نازل کردہ عذاب اور نیک بختوں کے لیے اجر و ثواب کا تذکرہ ہوتا ہے۔

۲۶ خطاب تنفیر

کسی چیز سے نفرت دلانا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا

© rasailojaraid.

﴿فَكَرِهْتُمُوْهُ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحُجُرات)

''اور تم میں کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی ایک اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے؟ پس اس کو تم بہت ناپسند کرتے ہو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو' بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اس آیۂ مبارکہ میں اُن اوصاف کو برے انداز میں بیان کیا گیا ہے جو ایک غیبت کرنے والے شخص میں اس وقت پائے جاتے ہیں جبکہ وہ کسی کی عزت کو تار تار کر رہا ہوتا ہے۔ اس آیۂ مبارکہ کے محاسن میں استفہام بھی ہے جس میں زجر و توبیخ ہے۔ کراہت کی انتہا کو محبت کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے۔ فعل کی نسبت ''اَحَدُکُمْ'' کی طرف اس لیے کی کہ تم میں کوئی اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ اور انسان کے گوشت کھانے پر اکتفا نہ کیا بلکہ ''بھائی'' کا گوشت کہا' پھر بھائی پر بھی اکتفا نہ کرتے ہوئے مردار کی صفت ساتھ لگا دی اور یہ مبالغے کی انتہا ہے۔ جس کی غیبت کی جارہی ہے وہ چونکہ غائب ہے اس لیے وہ اپنے دفاع پر قادر نہیں ہے اس لیے اس کو میّت سے تشبیہ دی گئی۔

© rasailojara

⑰ خطابِ تحنن اور استعطاف

یعنی کسی پر رحم و ترس کھاتے ہوئے اس سے خطاب کرنا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ﴾ (الزمر:۵۳)

''کہہ دیجیے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔''

⑱ خطابِ تحبیب

جس خطاب میں محبت بھرا انداز ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) ﴿يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ﴾ (مریم:۴۲)

''اے میرے ابا جان! آپ ان (بتوں) کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔''

(۲) ﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ﴾ (لقمٰن:۱۶)

''اے میرے بچے! اگر وہ (نیکی) رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگی۔''

(۳) ﴿يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ﴾ (طٰهٰ:۹۴)

© rasailojara

''اے میری ماں کے بیٹے! نہ تم میری داڑھی کو پکڑو اور نہ میرے سر کو۔''

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کا قول ہے:

يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ

''اے عباس! اے اللہ کے رسول ﷺ کے چچا جان!''

㉙ خطاب تعجیز

کسی کو عاجز ثابت کرنے کے لیے خطاب کرنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾ (البقرۃ:۲۳)

''پس تم اس کی مانند کوئی ایک ہی سورت لے آؤ۔''

(۲) ﴿فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ﴾ (الطور:۳۴)

''پس انہیں چاہیے کہ اس جیسا کلام لے آئیں۔''

(۳) ﴿قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ﴾ (ھود:۱۳)

''آپ کہہ دیں تم اس جیسی دس سورتیں لے آؤ۔''

(۴) ﴿فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ﴾ (آل عمران:۱۶۸)

''پس دُور کرو اپنی جانوں سے موت کو۔''

㉚ خطاب تحسیر اور تہلف

اس سے مراد حسرت آمیز خطاب ہے:

(۱) ﴿قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ﴾ (آل عمران:۱۱۹)

''کہہ دیجیے تم اپنے غیظ و غضب میں مر جاؤ۔''

㉛ خطاب تکذیب

کسی کو جھوٹا قرار دینا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (آل عمران)

''کہہ دیجیے تم لے آؤ تورات کو پس اس کی تلاوت کرو اگر تم سچے ہو۔''

㉜ خطاب تشریف

ہر وہ شخص جس کو قرآن حکیم میں ''قُل'' سے خطاب کیا گیا ہے' اس نوع کے تحت داخل ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

© rasailojaraid.com

﴿قُلْ اٰمَنَّا﴾ (آل عمران:۸۴)

''کہہ دیجیے ہم ایمان لائے۔''

یہ خطاب اللہ سبحانہ' وتعالیٰ کی طرف سے اس اُمت کے لیے باعث شرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت سے بغیر کسی واسطے کے خطاب کیا۔ کیونکہ اگر اللہ کے رسول ﷺ مرسل الیہ کے لیے کہیں کہ مجھے مرسل نے یہ کہا ہے تو یہ فصیح کلام نہ ہوگا۔

⑭ خطاب معدوم

یہ خطاب موجود کا اعتبار کرتے ہوئے تبعاً صحیح ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ﴾ (الاعراف:۲۶)

''اے بنی آدم!''

یہ خطاب اس زمانے کے لوگوں کے لیے بھی ہے اور ان کے بعد آنے والے ہر فرد کے لیے بھی' اور اس کی مثال اس وصیت کی سی ہے جو کہ انسان اپنی اولاد اور پھر آگے ان کی ہونے والی اولاد' پھر اس سے آگے چلنے والی نسل کے بارے میں کر جاتا ہے۔

علامہ ربّانی اپنی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں معدوم کو خطاب کرنا جائز ہے' کیونکہ خطاب مخاطب کا ارادہ کرتے ہوئے ہوتا ہے تاکہ اس کے غیر کو جدا کیا جا سکے۔

﴿کُنْ فَیَکُوْنُ﴾ (النحل:۴۰)

''ہو جا' پس وہ ہو جاتا ہے۔''

اشاعرہ کے ہاں عالم کا وجود خطابِ ''کُن'' سے حاصل ہوا۔ احناف کے ہاں تکوین ازلی ہے جو کہ قائم بالذات ہے۔ وہ یہ ہے کہ عالم کے ہر ہر جزو کی تکوین اس کے وجود کے وقت ہوئی تھی نہ کہ جب ''کاف ونون'' وجود میں آیا۔

فخر الاسلام امام سرخسی کی رائے یہ ہے کہ خطابِ ''کُن'' ہر چیز کی ایجاد کے وقت ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک کسی شے کی ایجاد کے لیے دو چیزیں ہیں' ایک ایجاد اور دوسرا خطابِ ''کُن''۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات و احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

© rasailojaraid.c